

سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (۱۲/)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے
پادری غلام مسیح صاحب } ایڈیٹرز
مینو منزل۔ وارث روڈ۔ لاہور
پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب
ایم اے ۱۰ ایمپرس روڈ۔ لاہور مینیجر

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر
بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیے۔
اور مضامین و اشتہارات وغیرہ
برائے اندراج بنام ایڈیٹرز
ارسال فرما کر ممنون فرمائیں+

نورافشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد ۵۲	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۲۵ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء	نمبر ۳۰

کُرے کی سزا

بہار کا موسم تھا۔ قدرت کی نیرنگیاں انسان کے سامنے عجیب و غریب منظر پیش کر رہی تھیں۔ جسے دیکھ کر وہ خدائے عزوجل کی تعریف و حمد میں زبان کھولتا تھا۔ چہار سو خوشی و شادمانی بسیرا کئے ہوئے تھی۔ پرند خوشی سے چہچہا رہے تھے۔

اس بہار کو دیکھ کر طاؤس نے محفل رقص گرم کی۔ قمری نے سرو پر خدا کی تعریف میں گیت گانے شروع کئے اور بلبل نے بھی شکرگذاری کے ہدیے اُس کے نذ چڑھائے سمندر میں ہو کا عالم تھا۔ آسمان اور سمندر دونوں یک رنگ تھے۔ یہ ایک عجیب نظارہ تھا۔ اس منظر نے سر ریلف جو ایک جہاز پر سوار تھا۔ کی آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا کر دیا۔ خوش ہو کر نظر دوڑائی تو دور سے اُسے ایک سیاہ نشان دکھائی دیا۔ یہ سیاہ نشان کیا تھا۔ یہ ایک تیرنے والی کشتی تھی جس پر ایک گھنٹی لٹکتی تھی۔ یہ گھنٹی رومن کیتھلک پادریوں کی مہربانی سے سمندر میں لٹکائی گئی تھی۔ کیونکہ وہاں پر ایک خطرناک چٹان تھی جس سے جہاز ٹکرا کر غرق در آب ہو جاتے تھے۔ مہربان پادریوں نے خلقت الٰہی کو اس خطرے سے بچانے کے لئے اس گھنٹی کو لٹکایا۔ جو ہر وقت لہروں کے زور سے بجتی رہتی تھی بلکہ یہ کہ طوفان کے وقت لہروں کے زور آور ہونے کے باعث بہت زور سے بجتی تھی۔ ناخدا اس خطرے سے آگاہ ہو کر جہاز کو اس جگہ سے دور رکھتے تھے۔ جہاز ران اور مسافر اس آواز کو سن کر درگاہ ایزدی میں اُن پادریوں کی عمر درازی کے لئے دعا گو ہوتے تھے+

پر سر ریلف ایک لٹیرا آدمی تھا۔ اُسے ہر وقت لوٹ مار کی فکر دامنگیر رہتی تھی۔ یہ گھنٹی اُس کی آمدنی میں کمی پیدا کرنے کا ذریعہ تھی۔ کیونکہ جہاز ران گھنٹی کے سننے سے اپنے آپ کو خطرے سے محفوظ رکھتے تھے۔ اور کوئی شخص سمندر کی نذر نہ ہو سکتا تھا۔

سر ریلف نے اُسے دیکھ کر کہا۔ میں اس گھنٹی کو کاٹ ڈالونگا۔ مبادا اب کوئی جہاز ران اس خطرے سے واقف ہو کر بچ نکلے۔ اور پادریوں کو دعا دیوے۔ سو اُس نے اپنا جہاز اُس جا لیجا کر گھنٹی کو کاٹ ڈالا۔ تب گھنٹی سمندر کی تہ میں بیٹھ گئی۔

اب تو سر ریلف کی چاندی تھی۔ طوفان کے وقت جب کبھی کوئی جہاز غلطی سے اُس طرف سے گذرتا ناواقف کاری کے باعث وہ چٹان سے ٹکرا کر سمندر کی نذر ہو جاتا۔ اور کثیر التعداد آدمی معہ انواع و اقسام کے بیش قیمت اموال کے غرق در آب ہو جاتے تھے۔

وہ چور جو ایسے مواقع کے لئے منتظر اور خواہشمند رہتا تھا۔ ڈوبتے مسافروں کے مال لوٹ کر چلتا بنتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے گنج قارون جمع کر لیا۔ لیکن صرف اُسے کلام مقدس کی یہ آیت یاد نہ آئی کہ "اگر آدمی ساری دنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کا نقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا۔" مرقس ۸: ۳۶

ایک دن طوفان نے قیامت برپا کر رکھی تھی۔ رات کے وقت اس قدر اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ چاند بادلوں میں اپنے منہ کو چھپائے ہوئے تھا بلکہ کبھی سر ریلف کی آئندہ تباہی سے حال پر خیال کر کے منتی تھی ستارے ڈر کر لحاف ابر سے منہ نکال کر اس تباہی کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکتے تھے۔

اس اندھیرے میں سر ریلف کا جہاز اُسی چٹان کے پاس گھوم رہا تھا۔ وہ اور

اُس کے ہمدم و رفیق حیران و پریشان تھے اور گھنٹی کے سُننے کی آرزو رکھتے تھے۔ لیکن محض یہ خیالِ خام تھا کیونکہ اُسے تو پہلے ہی وہ لڑکا کرایا کی تہ میں بٹھا چکے تھے۔

یکایک جہاز چٹان سے ٹکرایا۔ پھر تو سر تا پا کانپا اور اہلِ جہاز موت کا نشانہ ہو گئے۔ رلیف پانی میں ڈوب گیا اور روح دوزخ میں چلی گئی۔

دنیا میں یہی ہمارا حال ہے۔ ہزاروں اشخاص کی اموات سے ہم خوش و خرم ہو کر گلِ شگفتہ کی مانند کھل کھلا کر ہنستے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ہمارا فائدہ ہے۔ اکثر اوقات ہم دوسروں کے لئے گڑھے کھودتے ہیں تاکہ ان کے نقصان سے خود مستفید ہو سکیں۔ لیکن قانونِ قدرت ہے کہ سر رلیف کی طرح اسی گڑھے میں گریں۔ ہامان نے مردکی کے لئے ۵۰ ہاتھ اونچی ٹکٹکی بنائی۔ جس پر وہ خود لٹکا اور عالمِ فانی سے سدھارا۔ ظاہر میں اپنے رفقا کی رفاقت کا ہم دم بھرتے ہیں۔ لیکن دراصل اُن کی تباہی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اسی لئے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ ؎

ایں دوستانِ دل کہ می بینی
مگسانند گردِ شیرینی۔

ہمہ یارانِ تو از بہرِ آنش آمدہ
پئے لقمہ ہوا دارِ تو باشند

چہ بالفت کاہد۔ از مہر تو کاہند
زیانت بہرِ سودِ خویش خواہند

ازیں منت رفیقانِ ریائی
بریدن بہتر است از آشنائی

اے عزیز برادران ہم آج سے قانونِ قدرت اور کلامِ مقدس کی اس فلاسفی پر نظر کرتے ہوئے دوسروں کے لئے گڑھے کھودنے کی بجائے اُن کی جان بچانے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ خواہ ہم کو اس سے ضرر پہنچے لیکن مسیح ہمیں اس ضرر سے بچائیگا۔ کیونکہ وہ اپنے کلام مقدس میں فرماتا ہے "جو اپنی جان کو کھوئیگا وہ پائیگا۔

احقر سیموائیل جیکب۔ پٹھان کوٹ۔

آریہ سماج اور شدھی

گذشتہ سے پیوستہ

(۵) ہم کو اس وقت ایک عجیب واقعہ یاد آیا۔ مرحوم مسٹر ڈی سموئیل بی اے ہیڈ ماسٹر گارڈن سکول راولپنڈی سے ایک دفعہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ جناب آجکل مسیح کیوں معجزے نہیں کرتے۔ آپ نے بڑے دلیرانہ لہجے میں بہت بھاری مجمع کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور کہا کہ حاضرین دیکھئے میں مسیح کا ایک اعلیٰ اور مجسم معجزہ آپ کے درمیان ہوں۔ میں کیا تھا اور مسیح میں شدھ ہونے کے بعد کیا ہو گیا۔ برہمنوں نے اور دیگر اونچ جاتیوں نے ہم کو پاؤں سمجھ کر اپنے انگ سے علیحدہ پھینک دیا تھا۔ مگر شدھی کے مالک نے [illegible] کرم کیا کہ میں ان مجلسوں میں جہاں شاید آپ لوگوں کی رسائی نہ ہو سکے اونچے پر بٹھایا جاؤں اور اگر آپ لوگوں کی رسائی ہو بھی جاوے تو آپ کی جگہ میری جگہ سے نیچی ہی ہوگی۔ یہاں بڑے بڑے معلم۔ مولوی۔ برہمن وغیرہ آج مجھے جھک کر نمسکار کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت اور معجزہ دیکھنا مانگتے ہو۔ ہم بے شمار اس قسم کی مثالیں ہدیہ ناظرین کر سکتے ہیں۔ مگر ارادتاً ان سے قطع نظر کرتے ہیں۔

ہم پھر آریہ سماج کے کارکنوں سے بمنت عرض کرتے ہیں اور اپنے الفاظ کو پھر دہراتے ہیں کہ اگر سماج نے اس کام کو کرنا ہی ہے تو کسی اصول کی بنا پر کرے۔ ورنہ مسیح کا یہ قول سچ سچ آریہ سماج پر سولہ آنے ٹھیک آتا ہے۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو۔ تم پر افسوس ہے کہ آسمان کی بادشاہت لوگوں پر بند کرتے ہو۔ کیونکہ نہ تو آپ داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس ہے کہ ایک مرید کرنے کے لئے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چکتا ہے تو اُسے اپنے سے دونا جہنم کا فرزند بنا دیتے ہو۔

اگر آریہ سماج ہماری نہیں سنتا تو اس کو کم از کم اپنے پرانے بھائیوں ہی کی سننی تھی۔ اور ان کے ساتھ اُس عقیدہ کو مدنظر رکھتا جیسا کہ وہ اوتاروں کا بیان کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ سب سے آخری اوتار نشکلنک اوتار ہوگا۔ اور نشکلنک اوتار کے بارے میں اکثر یوں کہا کرتے ہیں کہ

نشکلنک جب آویگا منگل چار سنا دیگا
شودر۔ چھتری۔ برہمن۔ ویش سب ایک ورن ہو جاویگا

آج ہم بڑے دعوے سے پکار پکار کر کہتے ہیں کہ نشکلنک اوتار آچکا اور خداوند یسوع ہی نشکلنک اوتار ہے جو کہ ہر ایک اشدھی کو ستاریک شدھی من کی شدھی آتمک شدھی عطا کرنے کا پورا پورا اختیار رکھتا ہے۔ آج اس شدھی سماج پر نظر مارو۔ آپ کو اس سماج میں شودر۔ چھتری۔ برہمن اور ویش ملینگے۔ جو کہ ایک دوسرے کو اپنے سے اتم خیال کرتے اور ہر ایک کو اپنے سے زیادہ پیار اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

جاگتا ہے جاگ اے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہیگا خاک کے سایہ تلے

جان عنایت اللہ

سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ مجلس اقوام کے اجلاس ستمبر میں ہندوستان کی طرف سے مندرجہ ذیل اصحاب شریک ہونگے۔ لارڈ ہارڈنگ۔ مہاراجہ صاحب بیکانیر۔ سر محمد رفیق۔



نور افشان

مطبوعہ ۔ ۲۵ جولائی ۱۹۲۴ء

دعا

گہری دعا اور عبادت کی جہاں کہ خدا سے رفاقت وشراکت ہے۔ اس سے عابد کی روح کو خو [illegible] تروتازگی ملتی رہتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے طریق عمل میں خدا کی مرضی سے موافقت ومطابقت پیدا کرے زیادہ مؤثر دعا کرنے کے لئے ہمیں زیادہ روحانی قوتوں کو ہر ایک روحانی احساس کے ساتھ ایک مرکز پر جمع کرنا چاہئے۔ دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان اور حواس میں ایسی قوت پیدا کرنا چاہئے کہ وہ دعا کے وقت اپنی پوری قوت کے ساتھ وہ توجہ پیدا کردیں کہ عابد اپنے معبود کے دھیان میں غرق ہو جائے۔ شام وصبح کے وقت دعا کے لئے خصوصیت سے مخصوص ہیں۔ کیونکہ شور وغوغا جو انسانی توجہ کی یکجہتی کا مانع ہوتا ہے کم ہوتا ہے۔ دعا کا موضع ایسی جگہ بنانا زیادہ مفید ہے جہاں مرد دعا یکسو ہو کر دعا میں پوری توجہ سے مشغول ہو سکے۔ وہ خدا سے کلام کرنے میں دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو سکے۔

اس وجہ سے شخصی دعا کے لئے تیاری کی زیادہ ضرورت ہے۔ آدمی کو دعا کی تیاری میں ان مصروفیتوں سے توجہ کو ہٹانا نہایت ضروری ہے۔ جن میں طبیعت مصروف ہوتی ہے۔ بغیر جوع دلکو خدا کی طرف رجوع کرانا مشکل ہوتا ہے۔ عالم دیدنی کی طرف سے ہٹ کر عالم روحانی کی طرف مائل ہونا ہوتا ہے۔ ایسے وقت اور جگہ دعا کے لئے پسند کرنا ہوتا ہے۔ جن میں انسان کو اکانت یا تنہائی مل سکے۔ یہ جملہ باتیں دعا کی تیاری سے متعلق ہیں ان میں مشق کرنے کی ضرورت ہے۔ جب مرد دعا دعا کے لئے پوری تیاری کر کے دیگر ضروری باتوں کا خیال رکھ کر جنکی طرف اشارہ کیا گیا ہے دعا کرتا ہے تو اُسے دعا میں خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ اُسے خدا سے اور اُسکی مرضی سے میل وموافقت نصیب ہوتا ہے۔ تب وہ یہ کہنے کے قابل ہو جاتا ہے کہ

"اے میری جان چپکے فقط خدا ہی کے انتظار میں رہ کہ میری امید اسی سے ہے"۔ ہم جب تک عالم دیدنی کی جملہ چیزوں کا مبادلہ روحانی چیزوں سے نہیں کرتے تب تک ہماری روحانی زندگی نہیں بن سکتی تب تک ہم ہرگز مسیحی مذہب کی نعمتوں کا لُطف نہیں اُٹھا سکتے مسیحی زندگی کی عظمت وخوبی کا تجربہ ہی دعا کرنا ہے۔ دعا کے ساتھ روزہ لازمی ہے۔ مؤثر دعا مرد دعا میں خود بخود روزہ پیدا کر دیتی ہے۔ جسے خدا کی رفاقت میں اعلیٰ خوراک بذریعہ دعا حاصل ہونے لگ جائے اُسے روٹی پانی سے بے فکری حاصل کرنا قدرتی بات ہے۔

ڈاکٹر آرلبسن

غریبی اور غریب

غریبی۔ مفلسی۔ ناداری ہرگز خدا کی پیدا کردہ نہیں ہے۔ یہ خدا پر تہمت والزام ہے۔ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے تمام گناہ اور بدعمل پیدا کئے ہیں ویسا ہی عقل وفکر کے کچے یہ کہتے ہیں کہ غریبی کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ غریب لوگوں کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے۔ لاریب غریبی ومفلسی وتنگدستی خدا کی پیدا کردہ نہیں ہے۔ البتہ غریب لوگ ضرور خدا کے پیدا کردہ ہیں۔

بنی نوع انسان میں غریبی وتنگدستی کی حالت بنی آدم کے ہاں بد ظالم وزبردست گروہ کی پیدا کردہ ہے جو فی زمانہ بنی نوع انسان کو لوٹ کھسوٹ کر اور ان کے مال ومتاع کے مالک بن بیٹھکر ان کے زبردستوں کو مار مار کر تباہ وبرباد کر کے بلکہ ان کا خون پی پی کر موٹے اور تنومند بنتے آئے ہیں اور فی زمانہ امیر اور دولتمند چلے آئے ہیں۔ بنی آدم کے اسی جابر وقادر دکٹیر گروہ نے مفلسی وتنگدستی اور غریبی پیدا کی ہے۔ جس قوم میں غریبی کا گڈھا بھرتا رہا وہ قوم وملک اس آفت وبلا سے نجات پاتا رہا۔ جس ملک وقوم کے لوگ اس غریبی کے گڈھے سے مٹی نکال نکال کر اُسے بڑھاتے رہے وہ ملک وہ قوم خود تباہی اور ہلاکت کا شکار بنتا رہا۔ غرضیکہ غریبی وتنگدستی ہرگز خدا کی پیدا کردہ لعنت نہیں ہے بلکہ یہ بنی آدم کے خوشحال گروہ کی پیدا کردہ ہے۔ اسی سبب سے انجیل میں غریبوں کو تو ضرور مبارک کہا گیا ہے مگر غریبی اور تنگدستی اور لاچاری اور عاجزی کو جو انسانی بدعملیوں سے پیدا ہوتی رہتی ہے کبھی مبارک نہیں کہا گیا۔

کہا جا سکتا ہے کہ غریب لوگ غریبی بناتے رہتے ہیں اور امیر لوگ امارت کو تعمیر کرتے رہتے ہیں غریب لوگوں کا اگر دنیا سے تخم مٹ جائے تو غریبی ومفلسی کا دنیا سے نام ونشان مٹ جائے۔

پر ہم جواب میں اس قدر کہینگے کہ اگر آج دنیا بھر کے غریب غربا کو سنکھیا کھلا کر دنیا سے رخصت کر دو تو کل کو پھر اتنے ہی غریب ومفلس دنیا میں پیدا ہو جائینگے اور اسی طرح دنیا میں ہوتا بھی آیا ہے کہ غریب لوگ ہر روز موت کی خوراک بنکر کثرت سے مرتے رہتے ہیں۔ مگر اتنے ہی زیادہ غریب غریبی کے گڈھے میں موجود ملتے ہیں۔ یہ نئے غریب کہاں سے آتے ہیں؟ کیا ان نئے غریبوں کو بنانے کے لئے خدا نے کوئی نیا ورکشاپ کھول رکھا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ بنی آدم کے آسودہ حال طبقہ میں ہمیشہ جور وظلم کی تلوار چلتی

رہتی ہے جو لوگوں کو غریب بنا بنا کر غریبی کے گڑھے میں اُتارتی رہتی ہے۔ پس غریبی بنی نوع انسان کی بد عملیوں کی پیدا کردہ شے ہے۔ جو اُن کی میراث بنائی گئی ہے جو خدا کے پیدا کردہ بندے ہیں (باقی پھر)

استری سدھار

اخباروں میں کلکتہ کی دو ہزار لڑکیوں کا جنکی عمر نو سے تیرہ برس شمار کی گئی ہے نہایت دردانگیز صورت میں ذکر ہو رہا ہے۔ یہ لڑکیاں چرائی ہوئی خیال کی جا رہی ہیں جو کلکتہ کی بازاری عورتوں کی تحویل میں ہیں۔ گو ان کی بابت بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ پر ان کے بچانے کی معقول تجویز ہمعصر کرسچین اڈوکیٹ نے ہی پیش کی ہے۔ جس کا مطلب اس قدر ہے کہ

مسیحی جماعت میں ایک سوسائٹی وائی ڈبلیو سی اے مدت سے قائم ہے۔ اگر یہ سوسائٹی اپنی خدمات کے حدود کو اس قدر وسیع کر دیوے کہ ہند کی تمام بازاری عورتوں کا سدھار اس کے مقصد میں داخل ہو جائے تو تمام ہندوستان اور گورنمنٹ ہند اس سوسائٹی کی مدد کرنے کو آمادہ ہو سکتی ہے۔ یہ سوسائٹی ان مستورات کے لئے ہوم بنائے۔ اُن کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا انتظام کرے۔ یہ تمام کام کسی خاص مذہب کے اصول پر نہ کیا جائے بلکہ سوشل اور اخلاقی اصول پر کیا جائے۔ اگر سوسائٹی مذکور اس عظیم خدمت کو اپنے ہاتھ لیکر انجام دیوے۔ تو یہ خدمت ملک ہند کے لئے واقعی برکت کا باعث ہوگی۔

ہم صدق دل سے اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں ہمارے نزدیک یہ کام صرف کلکتہ میں محدود نہ ہونا چاہئے بلکہ اگر سوسائٹی مذکور استری سدھار کا کام اپنے ہاتھ میں لیوے تو ہر ایک صوبہ کے ہر ایک شہر کی بازاری عورتوں کے سدھارنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیوے۔ ابتدا کلکتہ سے ہو سکتی ہے۔ پر تمام ہندوستان کے قصبوں اور شہروں کی بازاری مستورات اس سوسائٹی کی نگرانی میں آکر بچ سکتی ہیں۔ کیا ہماری معزز و مقدس وائی ڈبلیو سی اے سوسائٹی خدا کے جلال اور ہند کی عورتوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے یہ اہم عظیم کام اپنے ذمہ لے سکتی ہے؟ کیا لاہور میں بھی یہ کام شروع ہو سکتا ہے؟

ضروری استفسار

بعض ناظرین نور افشاں اس امر سے واقف و آگاہ ہونگے کہ ۱۸۹۵ء میں ایک نہایت ہی قدیمی نسخہ قرآن دستیاب ہوا تھا کہ جس کے بعض صفحے حضرت محمد صاحب کے منشی زید بن ثابت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور جس میں متن قرآن کے وہ مختلف قراءت پائے جاتے ہیں جو کہ چمڑے پر لکھے ہوئے ہیں اور جس کو کیمبرج یونیورسٹی نے مسز اگنس سے خریدا تھا اور جسکو مرزائی کسدی سیمنری واقعہ موصل کے ڈاکٹر منگانا نے بخوبی پڑھ لیا تھا اور جس کی بابت کیمبرج یونیورسٹی نے حتمی وعدہ کیا تھا کہ وہ اس قرآن کو جلد تر شائع کر دیگی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ قرآن شریف کیمبرج یونیورسٹی نے شائع کر دیا ہے یا نہیں؟ اگر شائع کر دیا ہے تو اُس کی ایک کاپی کہاں سے اور کس قیمت پر مل سکتی ہے؟ کوئی واقفکار شخص اس پر روشنی ڈالکر مجھے ممنون کرے۔

اگر اس قرآن کی ایک کاپی بھی دستیاب ہو جائے تو اسلامی دنیا میں انقلاب عظیم برپا ہو جائے۔ ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک میں اس اصل قرآن کی اشد ضرورت ہے۔

راقم نیازمند ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ لودیانوی

جواباً گذارش ہے کہ اس قرآن شریف کی بابت یا تو ڈاکٹر زویمر قاہرہ سے دریافت فرمائیں یا ڈاکٹر ای ۔ ایم وہیری صاحب (امریکہ) سے یا ڈاکٹر ایچ ڈی گرسولڈ صاحب (فورمن کرسچین کالج لاہور) سے دریافت فرمائیں۔ میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر منگانا کا قرآن ابھی تک چھپا نہیں۔ اس قرآن کی بابت ایک کتاب چھپی تھی جسے راقم الحروف نے ڈاکٹر وہیری کی خشن لائبریری لودیانہ میں دیکھا تھا۔ پادری ایف نیوٹن صاحب سے دریافت فرمایئے۔ اڈیٹر

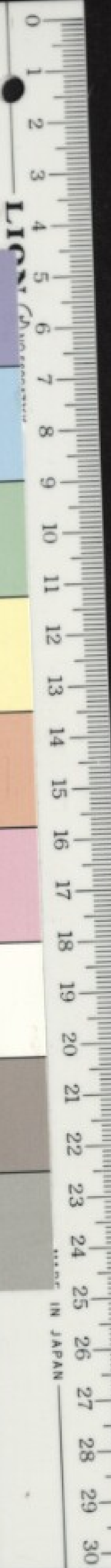
پادری عبدالحق صاحب

ہمیں خبر ملی ہے کہ پادری عبدالحق صاحب بشارتی [illegible] کے بیلوان ۱۳ جولائی کے بعد بشارتی خدمت کے لئے پھر تیار ہو جائینگے۔ جو صاحبان یا کلیسیائیں ۳۱ جولائی کے بعد پادری صاحب کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہیں وہ ڈاکٹر ایچ سی ویلیمز ڈی ڈی سہارنپور یو پی کو تحریر فرمائیں

ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ پادری عبدالحق صاحب کو تمام ہند میں جہاں اُردو زبان بولی جاتی ہے مسیحیوں اور مسلموں میں مسیحی بشارت دینے کے لئے مشنری صاحبان یا مسیحی کلیسیائیں ڈاکٹر ویلیمز صاحب سے طلب فرما سکتی ہیں۔ ہم پنجاب کے رہنے والے مسیحی یہ گواہی دے سکتے ہیں کہ گذرے نومبر سے ماہ جون تک پادری صاحب نے جو پنجاب کے مسیحیوں اور مسلموں میں مسیحی خدمت کی ہے اس کے نتیجے امید سے بڑھکر نکلے ہیں۔ مشنری اور مسیحی صاحبان کو چاہئے کہ اُردو بولنے والے علاقوں اور قصبوں اور شہروں میں پادری عبدالحق صاحب کو بلا کر اُن کی خدمات سے ضرور فائدہ اُٹھائیں۔

مسٹر ایم این ہوز صاحب کے دورے

مسٹر ایم این ہوز صاحب وکیل کیمبل پور ضلع پنجاب کا وجود باوجود بھی مسیحی پبلک کے لئے غنیمت ہے۔



آپ کو مسیحی خدمت کا کمال شوق ہے۔ اپنے کاروبار سے فارغ ہوکر بیشتر وقت اپنا تن من دھن مسیحی پبلک کو فیض پہنچانے میں ایک عرصہ سے خرچ کر رہے ہیں مشکل سے کوئی مسیحی مجلس و میلہ ہوگا جہاں آپ نہ پہنچے ہوں۔ نہ صرف مسیحی مجالس میں بلکہ غیر مسیحی مجالس میں بھی مسیحی خدمت انجام دینے سے کبھی نہیں رکتے گذرے دنوں میں آپ ناگپور۔ فیروزپور۔ پٹھانکوٹ اور دیگر جگہوں میں پہنچے اور نہایت سرگرمی سے ان مقامات میں مسیحیوں کو پیغام سنائے۔ آپ کی خدمت کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو بڑا فائدہ ہوا خصوصاً ناگپور اور پٹھانکوٹ کے جلسوں کے شرکاء نے آپ کے پیغامات سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ فیروزپور شہر کی انجمن پرہیزگاری کے مردہ قالب میں آپ نے نئی زندگی پھونک دی۔ ہم دل سے دعا کرتے ہیں کہ خداوند آپ کو اپنی خدمت میں زیادہ استعمال کرے کہ آپ اپنی دلی خوشی کی آزادانہ خدمات سے اپنے نجات دہندہ کی زیادہ تعریف و ستایش کر سکیں۔ آمین۔ ہم جملہ مسیحی جماعتوں اور ان کے بزرگوں سے عرض کرتے ہیں کہ مسیحی مجالس اور خصوصاً بشارتی مجالس میں آپ کی خدمات سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئیے۔

سادھو جی اپنی کٹیہ میں

ہم ذیل کی افسوسناک خبر مہاتما سندر سنگھ کی بابت مخزن مسیحی سے نقل کرتے ہیں جسے پڑھکر ہند کی تمام پبلک کو دل سے افسوس ہوگا ہمعصر مخزن مسیحی لکھتا ہے کہ پچھلے ہفتے سادھو سندر سنگھ کو ان کی کٹیہ میں دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ آجکل زیادہ وقت تصنیف کے کام میں خرچ کر رہے ہیں چنانچہ حال ہی میں ایک نئی کتاب مختلف مذاہب کے متعلق ختم کی ہے۔ افسوس ہے کہ سادھو جی کی صحت غیر ممالک میں دورہ کرکے اور دن میں تین تین چار چار دفعہ وعظ کرنے کے باعث خراب ہو گئی ہے۔ ان کے پھیپھڑوں پر اثر ہو گیا ہے۔ اب نہ تو وہ اونچی آواز سے وعظ کر سکتے ہیں اور نہ زیادہ بلندی پر چڑھ سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ اب کے سال تبت کے دورے کے لئے روانہ ہوئے۔ اور جب دس ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچے تو ان کی چھاتی میں درد ہونے لگا اور دم لینے میں دقت محسوس ہونے لگی۔ مجبوراً ان کو واپس آنا پڑا۔ یوں تو وہ خدا کے فضل سے تندرست نظر آتے ہیں لیکن اس چھاتی کی تکلیف کی وجہ سے مجبوراً انکو تبت کے دورہ سے اور بڑے بڑے وعظوں سے بالفعل اجتناب کرنا پڑیگا۔ اس لئے اُنہوں نے اب فیصلہ کیا ہے کہ اپنا بہت سا وقت تحریر کے کام میں خرچ کریں۔ خداوند اپنے بندے کو جس طرح چاہے استعمال کرے

(فیض)

ہماری دعا ہے کہ خدا سادھو جی کو صحت اور تندرستی بخشے۔ ایڈیٹر

مرحوم ڈاکٹر ایچ سی گھوش

ہم درد دل سے اس افسوسناک خبر کو شائع کرتے ہیں کہ مورخہ ۱۹ جولائی کے روز لاہور کے ڈاکٹر ایچ سی گھوش صاحب اس جہانِ فانی سے عالم بقا کو روانہ ہو گئے۔ اگلے روز اتوار کی صبح کے ۹ بجے آپ کا جنازہ پڑھا گیا اور ٹکسالی دروازے کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ لاہور کی مسیحی جماعتوں کے کثیر اکابرین ہمراہ جنازہ تھے

ڈاکٹر گھوش پنجاب کے ایک معزز و شریف بنگالی مسیحی خاندان کے ممبر و شریک تھے۔ جس خاندان کے جملہ ممبران کی خوبو اور خصلت و سیرت اور مسیحی شرافت تمام پنجاب میں مشہور ہے مگر ڈاکٹر گھوش گھوش خاندان کی نجابت و شرافت کی مسیحی خصلت و سیرت کی مسیحی ہمدردی و ملائمت کی۔ آسودگی و لاغرضی کی چوٹی تھے۔ جس کی تدریج نمایش گھوش خاندان کے دوسرے ممبروں میں بھی ہیئت سے ہوتی چلی آئی ہے ڈاکٹر گھوش میڈیکل سروس سے پنشن لیکر لاہور میں اپنے بال بچوں اور چھوٹے بھائی بہن کے ساتھ رہتے تھے۔ لاہور میں آپ کا یہ معمول دیکھا گیا کہ آپ لاہور میں لوگوں کا علاج معالجہ تو کرتے تھے پر روپیہ کمانے کے لئے نہ کرتے تھے۔ آپ کسی سے نہ فیس مقرر کرتے نہ کبھی منہ سے فیس مانگا کرتے تھے۔ اگر کسی نے ضد کرکے کچھ دینا تو آپ کہدیا کرتے تھے کہ بھائی جی میں روپیہ کمانے کے لئے تمہارا علاج کرنے نہیں آیا۔ خدا نے مجھے روپیہ اور دیگر نعمتیں کثرت سے بخشی ہیں۔ میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔ اگر میرے علاج سے تمہیں آرام ہو جائے تو یہی میری فیس ہوگی۔ خصوصاً مسیحی خادمان دین کے لئے تو آپ اپنے سلوک و طریق مذکور میں ایسے پکے تھے کہ اُن سے علاج معالجہ کے معاوضہ لینے کے بجائے اُن کے لئے سب کچھ اپنی جیب سے خرچ کرنے کو تیار رہتے تھے۔ لاہور جیسے شہر میں خصوصاً مسیحیوں کے لئے آپ کا دم غنیمت تھا۔ خدا کی مرضی سے آخر کار دل کی تکلیف سے ۱۹ جولائی کے روز آپ اپنے پیارے خداوند کے پاس چلے گئے۔ دعا ہے کہ خدا آپ کے عزیز و اقارب کو صبر و تسلی عطا فرمائے۔ آمین۔

ضرورت

ایک مسیحی عورت سب اسسٹنٹ سرجن کی ضلع کے زنانہ ہسپتال کے لئے ضرورت ہے۔ جلد درخواستیں مع نقول سرٹفکیٹ ایڈیٹر نور افشاں لاہور کی معرفت آنا چاہئیے۔

اعلیٰ و ادنیٰ تعلیم کا تعلق

(ذیل کا بیان یو۔ پی مغض کے دیہاتی اُستادوں کی ایک مجلس میں مسٹر جلال الدین بی۔ اے بی ٹی پرنسپل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ سیالکوٹ نے اعلیٰ اور ادنیٰ تعلیم کے متعلق بیان کیا)

مجھ سے کہا گیا تھا کہ آپ سے اعلےٰ و ادنےٰ تعلیم کے تعلق کچھ عرض کروں۔ لوگوں نے مروجہ تعلیم کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہو۔ یعنی پرائمری تعلیم جو پانچویں جماعت تک ختم ہوجاتی ہے۔ پھر ہائی اسکول کی تعلیم۔ آخری درجہ جو کالج میں تعلیم پانے سے حاصل ہوتا ہے۔

تمام تعلیم کا آخری مقصد تو ایک ہی ہے۔ یعنی قدرحکمت میں بڑھکر خدا اور انسان کا مقبول نظر ٹھہرنا۔ تاہم اس بڑے مقصد کے علاوہ تعلیم کے مختلف درجے مختلف کاموں کے لئے تیار کرتے ہیں۔ مثلاً پرائمری تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے روزمرہ کے علمی کام خود کر سکے۔ یعنی خط پتر لکھنا پڑھنا۔ اپنا حساب رکھنا۔ اخبار وغیرہ پڑھ کر بیرونی دنیا سے ربط رکھنا اور کلام الٰہی کی تلاوت سے اپنی روحانی زندگی کو بڑھانا۔ یہ ہر شخص کی ایسی علمی ضرورتیں ہیں جن کے بغیر وہ رہ نہیں سکتا۔ اس بات کو ہماری سرکار نے بھی محسوس کیا ہے۔ چنانچہ بعض شہروں میں بچے کے لئے تعلیم ضروری ہوگئی ہے۔ اور والدین کو مجبور کیا جاتا ہے کہ اپنے بچوں کو مدرسوں میں بھیجیں۔ تمام مغربی ملکوں میں یہ عام دستور ہے۔

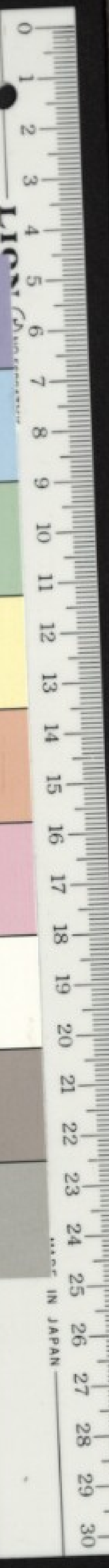
آپ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ ایسی تعلیم کی ہمارے دیہاتوں میں بہت ضرورت ہے اور کسی حد تک اس ضرورت کو آپ پورا کر رہے ہیں۔ شائد آپ میں سے بعض کو یہ بھی خیال گذرے کہ سب لوگ پرائمری تعلیم پالیں تو تمام ملک کی علمی ضرورتیں پوری ہوجائینگی۔ جیسے کوئی یہ خیال کرے کہ اگر تمام ہندوستان میں لوگوں کو کھانے اور پہننے کو کافی ملجائے تو ان کی معاشرتی ضرورتیں پوری ہوجائینگی۔

عرض ہے کہ ہماری علمی اور روحانی زندگی میں ایسی مساوات نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ہماری ضرورتوں کی بنیاد بالکل مختلف ہے۔ ہم مختلف والدین کی اولاد ہیں۔ ہماری خواہشیں۔ ہماری دلچسپیاں۔ ہماری لیاقتیں غرضیکہ ہماری فطرتیں ایک دوسرے سے جدا ہیں یہی ہماری تعلیم کی بنیادیں ہیں اور جہاں بنیادیں مختلف ہیں عمارتیں یقیناً مختلف ہونگی۔ کوئی پرائمری منزل میں رہینگے۔ کوئی انٹرنیس کا مرحلہ طے کرینگے اور چند بی اے وایم اے کی شاندار عمارتوں میں بسنا چاہینگے۔ یہ ہماری فطرتوں کی مانگ ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ اپنی فطرت کے موافق چلنے میں ہماری ترقی اور اُس کے خلاف کاربند ہونے میں ہماری تنزل ہے۔

فرض کرو کہ ہم کسی طرح کوشش کرکے سب آدمیوں کو ایک ہی تعلیم کے درجہ تک پہنچا دیں مثلاً پرائمری تعلیم سب کا حصہ ہو۔ اس کی مثال اُس ہموار چٹیل میدان کی سی ہوگی جہاں ایک ہی قسم کا نظارہ کوسوں چلا جاتا ہے۔ دیکھنے والے کی آنکھیں تھک جائینگی اور اُس کی طبیعت گھبرا جائیگی۔ اب اگر اس شخص کو ہم ایک دلفریب مختلف مناظر والی وادی میں سے لیکر گذریں جہاں کہیں تو گھاٹیاں ہیں اور کہیں گہرائیاں کہیں سبزہ زار اور کہیں چٹانیں۔ کہیں میٹھے پانی کے چشمے اور کہیں ہرے درختوں سے آباد ڈھلانیں غرضیکہ مختلف چیزیں نظر سے گذرتی ہیں۔ اُس کی آنکھوں میں طراوت و تازگی آئیگی۔ طبیعت میں فرحت ہوگی انسان کی طبیعت زعیت پسند واقع ہوئی ہے۔ ایک ہی قسم کی چیزوں سے اُس کی طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ دلچسپی مرجاتی ہے اور ترقی کرنے والی خواہش بے حس ہوجاتی ہیں۔ یہ نہ صرف طبعی ضرورت ہے بلکہ علمی و روحانی بھی۔ ہماری فطرت کا قانون و اقتضا زعیت ہے۔ اور تعلیم کے مختلف مرحلے طے کرکے ہم اس قانونِ فطرت کو پورا کرتے ہیں۔

دُنیا کا نظام مختلف آدمیوں سے چلتا ہے۔ کوئی اُستاد ہے۔ کوئی سُنار۔ کوئی کمہار۔ کوئی لوہار کوئی منصف۔ کوئی ملازم۔ غرضیکہ مختلف کاموں کے لئے مختلف ترتیبوں کی ضرورت ہے۔ اگر ہم سب ایک ہی طرح کی تعلیم پائینگے تو ہمارا انتظام بے مزا روکھا اور بے جان ہوجائیگا۔ کاموں کی تقسیم و مختلف ذمہ داریاں معدوم ہوجائینگے۔ اسی لئے رسول نے کہا ہے کہ کلیسیا بدن کی مانند ہے۔ مگر جس طرح بدن کے مختلف حصے ہوتے اور اُن کے جدا جدا کام ہوتے ہیں اسی طرح کلیسیا کے ممبروں کی بھی علیحدہ علیحدہ ذمہ واریاں ہیں۔ اگر ہم سب کو ایک ہی سانچے میں ڈھالتے ہیں تو قدرت کا قانون توڑتے ہیں جو اُس نے گوناگوں اور بھانت بھانت کی صنعت میں پوشیدہ رکھا ہو۔

اعلا تعلیم پھیلانے کی ایک اور بھی وجہ ہے۔ جیسے ایک گھر کی خوبصورتی دیکھنے کے لئے جو وادی میں بنا ہوا ہو۔ ذرا اونچی جگہ میں جانا چاہیے۔ اسی طرح ادنےٰ تعلیم کی تمام خوبیاں اور بڑائیاں معلوم کرنے کے لئے اعلےٰ تعلیم ہونا چاہیے۔ ہم چھوٹی چیزوں کی تفسیر بڑی چیزوں سے کرتے ہیں۔ انجیل میں یہ قانون صاف آیا ہے کہ انسان اپنی تمام قوتوں کا اندازہ لگا نہیں سکتا جب تک کہ روح القدس یا ایک افضل چیز اُس کی مددگار نہ ہو۔ ادنےٰ تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے اس سے زیادہ زیادہ فائدہ اُٹھانے کے لئے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے۔



آخر میں ایک اور وجہ بیان کرنا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہو کہ مسیحی کلیسیا کو کیوں اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے۔ تین چوتھائی سے زیادہ کلیسیا کے شریک وہ لوگ ہیں جنکو اعلیٰ قوموں نے صدیوں سے دبا رکھا تھا۔ ان کی اخلاقی و روحانی قوتیں قریب قریب مُردہ ہو چکی ہیں۔ اُنکو آزاد کرنے کے لئے۔ اُن کو وسیع خیالات دینے کے لئے غرضیکہ مسیح کے پورے قد تک پہنچانے کے لئے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے۔ شاید آپ مجھ سے پوچھیں کہ کسی شخص کی لیاقت کا کیسے اندازہ لگ سکتا ہے؟ یعنی ہم کیسے جان سکتے ہیں کہ فلاں آدمی تعلیم کے فلاں درجہ تک پہنچنے کے قابل ہے؟ اگر میں اس کا یہ جواب دوں کہ بھائی جب کوئی آدمی کسی مقام پر پہنچ جاتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ واقعی اُس منزل کے قابل تھا تو آپ ہنس دیتے ہیں کہ یہ لفظوں کا اوٹ پھیر ہے تسلی بخش جواب نہیں۔ کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک شخص کوئی خاص کام اُس وقت کرتا ہے جب اس کو کرنے کے لائق ہوتا ہو۔ ہم انسان ہیں اور چاہتے ہیں کہ جب بچہ ہمارے زیرِ حفاظت آتا ہے تو اُس کو اُس کی لیاقت اور اُس کی فطرت کے مطابق تعلیم دیں اور اسی طرح اندھا دھند نتیجوں پر لیاقت کا اندازہ نہ چھوڑیں

یہ نہایت معقول سوال ہو کہ ہمارا فیصلہ ابتدا میں ہی ہونا چاہئے جبکہ بچہ الف ب شروع کرتا ہے کیونکہ ابتدا انتہا کی خبر دیتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض بچے پرائمری سکول میں ہی اپنی غیر معمولی ذہانت دکھاتے ہیں اور آپ کا اندازہ صحیح ہوتا ہو وہ بڑے ہو کر تعلیمی اعلیٰ ڈگریاں پاتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے یہ بھی درست ہے کہ سینکڑوں کی تعداد میں وہ لڑکے جو ابتدا میں ذہین۔ ہونہار اور روشن دماغ ہوتے ہیں۔ بعد ازاں بالکل بھدے۔ بے سمجھ یا کند ذہن ہو جاتے ہیں۔ آپ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ اس مایوسی کی وجہ کیا ہے؟ کیوں ہمارے طلبار کالج تک نہیں پہنچتے جبکہ اُن اپنی خواہشیں اور اُن کے والدین کی امیدیں ایسی بلند ہوتی ہیں؟

ہر عمارت کی مضبوطی یا کمزوری اس کی بنیاد پر ہو اور اس کی خوبصورتی اور اُس کا مفید ہونا اُن معماروں اور کاریگروں پر منحصر ہے جنکو اُس کا انتظام دیا گیا تھا۔ اسی طرح علمی عمارت کا حال ہے۔ اس کی مضبوطی۔ خوبصورتی اور دلکشی بنیاد اور معماروں پر ہے۔ ہماری پرائمری تعلیم اعلےٰ تعلیم اعلیٰ تعلیم کی بنیاد ہے اور ہمارے دیہاتی اُستاد وہ معمار ہیں جن کی دستکاری اور محنت سے ستھری پائیدار عمارتیں اُٹھ سکتی ہیں اگر ہمارے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کرتے ہیں تو اسکی ایک وجہ بنیاد کی کمزوری ہے اور اگر اخلاقی اور روحانی زیور سے آراستہ نہیں ہوتے تو اس کے ذمہ دار دیہاتی اُستاد ہیں۔

کون سی باتیں ہیں جو بنیاد کو کمزور کرتی اور عمارت کو بدنما بناتی ہیں؟

اس تشخیص کے لئے کوئی تجربہ کار حکیم چاہئے اور اس بحث کے لئے ایک علیحدہ صحبت درکار ہے۔ جو باتیں میرے دل میں آئی ہیں اُن کا مختصر طور پر بیان کئے دیتا ہوں۔ ذرا صاف بیانی سے کام لیا جائیگا۔ کیونکہ بُرائی کو معلوم کرنا اس کو دفع کرنے کی پہلی شرط ہو پہلی بات ہمارے دیہاتی اُستادوں کی کم تعلیم ہے یورپ اور امریکہ میں بہترین معلم ابتدائی تعلیم پر مقرر کئے جاتے ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب تک دیہاتی مدرسوں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے کندھوں پر ڈالی جاتی ہے جو ورنیکلر مڈل سے بھی کم بلکہ عام طور پر اسکول سے بھاگے ہوئے لڑکے ہوتے ہیں۔ جو خود علم کی خوبیوں سے ناواقف ہوں۔ وہ دوسروں کی رہنمائی کیا کرینگے؟

دوسری بات دیہاتی اُستادوں کا تعلیم کے نئے اصولوں سے واقف نہ ہونا۔ سچ ہے کہ کم تعلیم والوں کے لئے سرکاری نارمل اسکولوں میں جگہ نہیں۔ اگر مشن ایسے آدمیوں کو ملازم رکھنا چاہتی ہے تو کم از کم ایک نارمل مشن اسکول کھولے۔ تاکہ استادوں کی تربیت ہو سکے۔

تیسری بات۔ دیہاتی اُستادوں کا اپنے کام کی اہمیت نہ جاننا اور اُس میں دلچسپی نہ لینا ہے۔ اگر ان کو معلوم ہو کہ یہی بچے آئندہ قوم کے افراد ہیں اور ہماری آئندہ تاریخ کے بنانے یا ڈھانے والے ہیں تو شاید وہ اور زیادہ دلچسپی سے کام لیں۔

چوتھی بات سامان تعلیم کی کمی ہے جبکہ مغربی ممالک میں بچوں کی تعلیم کے لئے نئے نئے دلکش سامان بن رہے ہیں۔ مثلاً نقشے۔ تصویریں۔ آسان کہانیوں کی کتابیں وغیرہ۔ ہمارے ہاں وہی پُرانا دقیانوسی طریقہ اور ٹوٹا پھوٹا نوح کے وقت کا سامان چلا آتا ہے

پانچویں بات۔ امتحان کا بُرا طریقہ ہے۔ امتحان کا موجودہ طریقہ واقعی بچوں کو آزمائش میں ڈالنا اور اُنکو پریشان کرنا ہے۔ اس پر جب بعض پادری صاحبان کا روپوں کا وعدہ دے کر امتحان پاس کرانا یاد کیا جائے تو بُرائی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اُستاد اس لئے لڑکوں کو تیار نہیں کرتا کہ وہ آئندہ کے لئے اچھی بنیاد رکھے بلکہ اس لئے کہ دو چار روپیہ جلد پاس کرانے سے ملجائینگے۔

آخری بات بعض مشنری صاحبان کی تنگ نظری ہو جو سستے مناد اور اُستاد جمع کرنے کی غرض سے لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم سے روکتے ہیں۔ بجائے خوبصورت اور جلالی کلیسیاء کے ایک بدنما اور کمزور کلیسیاء بناتے ہیں۔

جلال الدین بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

نور افشاں کے لئے نئے خریدار دیجئے۔

مسیح کی موت

گذشتہ سے پیوستہ

سوم۔ جب یونہ نے مچھلی کے پیٹ میں دعا مانگی تو یہ لکھا ہے کہ "میں پاتال کے بطن میں سے چلایا۔" لفظ پاتال عبرانی لفظ شیول کا ترجمہ ہے جو بدن سے الگ شدہ روحوں کا مسکن ہے (مقابلہ کرو یسعیاہ ۱۴-۹سے) پس یونہ کی روح شیول ہی میں تھی اور بدن مچھلی کے پیٹ میں تھا۔ اسی طرح آیت ۶ میں آیا ہے "اے خداوند میرے خدا تو میری جان کو گور میں سے رہائی دیگا۔" یہاں جس لفظ کا ترجمہ گور ہے اُس سے بھی شیول ہی کیطرف اشارہ ہے پس جب یونہ کا بدن مچھلی کے پیٹ میں تھا تو اُس کی روح شیول میں سے چلا رہی تھی کہ خدا اس کو اس بڑے حادثے سے نجات دے۔ یہودی محاورے میں روح کا شیول میں جانا بدن کے قبر میں ڈالے جانے سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا۔ (یسعیاہ ۳۸-۳۹)

چہارم۔ یہ ساری دعا شاعرانہ پیرائے کی اور تشبیہات و استعارات سے پُر ہے۔ اس لئے اُس کے لفظی معنی پر زور نہیں دے سکتے۔

(۲) جس دوسری آیت کو وہ پیش کرتے ہیں وہ مسیح کی دعا ہے (متی ۲۶-۳۶ و ۳۹)

"اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹلجائے تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔" اب اس دعا کے ساتھ عبرانی ۵-۷ کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ مسیح کی یہ دعا موت سے بچنے کے لئے سُنی گئی اور وہ موت سے بچگیا۔ حالانکہ عبرانیوں کے خط میں اس آیت سے پیشتر (دیکھو عبرانیوں کے خط کے مذکورہ بالا حوالے) اور اس کے بعد صاف مسیح کی موت اور کفارے کا ذکر ہے۔ مگر پھر بھی وہ ان دو مقامات سے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسیح صلیبی موت سے بچگیا۔ ورنہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اُس کی دعا سنی گئی۔ یہ صاحبان اپنے جوش تعصب میں اس دعا کے اُس حصے کو نظر انداز کر دیتے ہیں جس میں یہ صاف لکھا ہے "تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو" چنانچہ عبرانیوں کے خط میں خدا کی اس مرضی کی یوں تشریح کی گئی ہے۔ "پوری سوختنی قربانیوں اور گناہ کی قربانیوں سے تو خوش نہ ہوا۔ اُس وقت میں نے کہا کہ دیکھ میں آیا ہوں (کتاب کے ورقوں میں میری نسبت لکھا ہوا ہے) تاکہ اے خدا تیری مرضی پوری کروں" (عبرانی ۱۰: ۵ سے ۷) اور ما بعد آیات میں مسیح کی قربانی اور موت کا مفصل ذکر ہوا۔ پس خدا کی یہ مرضی تھی کہ وہ اپنی جان قربان کرے۔ لیکن بدنی کمزوری کے باعث مسیح کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں صلیب پر چڑھنے سے پیشتر ہی اُس کی روح پرواز نہ کرجائے اس اندیشہ کو خدا نے یوں دور کر دیا کہ جب مسیح دعا مانگ رہا تھا۔ اور اُس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ اُس وقت آسمان سے ایک فرشتہ اُس کو دکھائی دیا۔ وہ اُسے تقویت دیتا تھا" (لوقا ۲۲: ۴۳) یوں یسوع کی دعا سنی گئی کہ خدا نے فرشتے کے ذریعہ اس کو تقویت دی تاکہ وہ اُس کی مرضی کو اُس کے حسب منشا پورا کر سکے۔ پس ناظرین سے یہ درخواست ہو کہ انجیل کے صحیح مقامات سے مدد لے کر ان مجمل آیات کے معنی سمجھنے کی کوشش کریں اور قرآن کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر سید احمد خاں مرحوم وغیرہ کی طرح ایسی کریں جو انجیل کے صحیح بیان کے مطابق ہو اور سات سو برس کے بعد کی تفسیر کو اگر اس واقعی بیان کے خلاف بنائینگے تو نہ صرف جگ ہنسائی ہوگی بلکہ عاقبت بھی ہاتھ سے جائیگی مسیح نے آپ کی خاطر جان دی اس کو صدق دل سے مان کر اپنے گناہوں کی معافی اور خدا سے ملاپ حاصل کریں۔

بے۔ علی بخش

دہلی میں آٹھ دن تک فساد کی آگ

دہلی کے فساد کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک پیاسا مسلم لڑکا ایک ہندو پانی پلانے والے کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے پانی پلاؤ ہندو نے نہ صرف اُسے پانی نہ پلایا بلکہ سخت بدکلامی سے پیش آیا۔ اس پر طرفین کے ہمدرد جمع ہوتے گئے اور ہندو مسلم اتحاد کے نمائشی کھلیان کو آگ لگ گئی جو چشم زدن میں قہر و غضب کی آندھی سے تمام دہلی میں پھیل گئی۔ گورنمنٹ نے پولیس اور فوج کی نمایش سے بجھانے کی مقدور بھر کوشش کی۔ مگر اُس کے شعلے زیادہ بھڑکتے اور پھیلتے گئے۔ وجہ یہ تھی کہ ہندو مسلمان پیشتر سے کسی موقع کے لئے اینٹے پتھر لاٹھی وغیرہ سے تیاری کئے بیٹھے تھے۔ جب فساد شروع ہو گیا تو طرفین نے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی پوری کوشش کی۔ آٹھ دن تک لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ دکانیں اور کاروبار بند رہے اور نقصان مال کا اب تک اندازہ نہیں ہوا۔ جانوں کا نقصان حسب ذیل دیا گیا ہے ۱۳ ہندو مرے اور ایک مسلمان پٹھان مرا۔ اسے بھی پولیس نے گولی سے مارا ہسپتال میں ۳۰۴ زخمی پہنچے ہیں جن میں سے بعض کی حالت نہایت نازک ہو۔ دیگر زخمیوں کا ہنوز پتہ نہیں جو اپنے اپنے گھروں میں زیر علاج ہونگے یہ تو ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اگر ہندو مسلم اتحاد کھلم کھلا ہندو مسلم سنگٹھن میں تبدیل ہو گیا تو ایک ایک دن کا کم از کم ایک ایک برس بن جائیگا۔ ہم طرفین کو داد کے لائق سمجھتے ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں وہ کام کر دکھایا جو ہند کی سرزمین سے باہر تمام دنیا میں کیا ہی نہیں جاسکتا دہلی کے بہادروں کی پیروی ہندوستان کے دوسرے



شہروں میں ہونا کہیں ممکن ہے۔ زندگی سے بیزار ہندوستانی جو کچھ اپنے ملک اور قوم کی بربادی میں کرسکتے ہیں وہ کم ہے۔

اکالی تحریک بدستور جاری ہے

ہمیں اس بات سے کوئی مطلب نہیں کہ اس تحریک کے نیک و بد انجام پر رائے زنی کریں۔ کیونکہ ہمیں اور دیگر خیر اندیشانِ وطن کو تسلی ہوچکی ہے۔ اکالی بہادر کسی کی سننے اور ماننے والے نہیں ہیں۔ وہ اپنے ہی قصد و ارادوں کے لوگ ہیں۔ گورنمنٹ تک کی سننے کو تیار نہیں ہیں۔ مہاتما گاندھی قطع تعلق اور سول نافرمانی کو ایک سال کے لئے اپنے پروگرام سے خارج کرچکے ہیں پر ہمارے اکالی صاحبان کا انہیں دو باتوں پر عمل ہے۔ اگرچہ ہم اکالی صاحبان کی تنظیم اور اُن کے اصرار کو قابلِ تعریف مانتے ہیں تو ہمیں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ خالصہ جی اور ترک بچہ مولیا توں مٹی ہینا کے قول کو یاد رکھئے۔ "سنئے تال شرکیت کیمی نیوں کے وقت لنگھائیے" کے قول کے بھی کچھ معنے ہیں؟

پرِ دارِ انسان

کوئی وقت تھا کہ لوگ برساتی پردار چینٹوں اور دیمک کو دیکھ کر اور ہوا میں پرواز کرتے معلوم کرکے حیران ہوا کرتے تھے۔ پرندوں کی پرواز اُن کے لئے معجزہ سے کم نہ تھی۔ بڑے بڑے لوگ یہ تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش کہ کبوتر جیسے میرے پنکھ ہوتے تو میں مصیبت کے وقت اُڑ کر کہیں پناہ پالیتا۔ دیو اور پریوں کی پرواز کے خیالی فسانے بڑی قدر و قیمت کے قصص خیال کئے جاتے تھے۔ وہی اُڑن کھٹولوں کی بیان تک توقیر ہوئی کہ سوامی دیانند جی اور آپ کے شاگردوں نے اُن کو ویدک زمانہ کی معلومات کی فہرست میں داخل کرلیا۔ پر ہماری آنکھیں ہزاروں فٹ کی بلندی پر آجکل انسانوں کو ہوا میں اُڑتا ہوا روز دیکھتی ہیں۔ ہم پیشتر یہ خبر شائع کرچکے ہیں کہ انگلینڈ۔ فرانس امریکہ۔ پرتگال کے ہوا باز بذریعہ پرواز دنیا کے گرد چکر لگانے کو نکلے ہوئے ہیں۔ ان ہوا بازوں میں سے بعض نے کامیابی سے اپنا چکر ختم کرلیا۔ بعض منزلِ مقصود کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔ فاصلہ یا بعد پر انسان کی کامل فتح ہوچکی ہے۔ کامیاب ممالک کے ہوا بازوں نے دنیا پر یہ حقیقت واضح کردی ہے کہ آنے والے زمانہ کی حکمراں اقوام پردار انسانوں کا مجموعہ ہونگی۔ اور بے پر انسانوں کی اقوام محکوم ہونگی قدرت پردار انسان کی حامی ہوچکی ہے۔

ابھی چند روز ہوئے کہ یورپ میں دو سو ہوائی جہازوں کا مظاہرہ ہوا۔ سمندر میں ایک جنگی جہاز سے اُن کی جنگ شروع ہوئی۔ ہزارہا ہزار انسان اس عجیب و غریب نظارے کو دیکھنے والے تھے۔ ہوا بازوں نے پرواز کے حیرت و استعجاب میں ڈالنے والے کرتب دکھائے۔ ساتھ ہی جنگی جہاز کو اپنے تارپیڈوں کے نشانوں سے غرق کر دکھایا۔ وہ کسی طرح اپنا بچاؤ نہ کرسکا۔

ہندو مسلم تنظیم کا نیا جوش

ہندوستان کے باشندوں کو آجکل نئی امیدوں کے ہزاروں دروازے کھلے دکھائی دے رہے ہیں کُل جدید لذیذ کو اہلِ تنظیم چسپاں کیا جاسکتا ہو ہماری چونکہ سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ نظام گورنمنٹ کی موجودگی میں اس تنظیم کی کیونکر ضرورت پیدا ہوگئی ہے اس تنظیم کا اس کے سوا کیا فائدہ ہوگا کہ اہلِ تنظیم وقتاً فوقتاً اپنے ہی ہموطنوں پر اسی طرح ہاتھ صاف کیا کریں جیسے دہلی وغیرہ میں کئے گئے۔ ہمارے خیال میں ہندو صاحبان نے اپنی تنظیم کا انتظام کرکے مسلمانوں کو اپنی تنظیم پر مجبور کردیا ہے۔ اس کا نتیجہ ہرگز قیام امن کا نہیں نکلیگا۔ ۲۲ کروڑ کی آبادی نے جب ۷ کروڑ آبادی کے مقابل اپنی تنظیم شروع کردی تو قلیل آبادی کو قدرتاً تحفظ امن کا خیال پیدا ہوگیا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ قلیل گروہ اپنی حفاظت کے لئے گورنمنٹ کی امداد کی طالب ہوگی کیونکہ وہ ۲۲ کروڑ کے مقابل اپنی ہستی و حقوق کو ہرگز محفوظ نہیں سمجھ سکتی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلیگا کہ ہندو مسلم اتحاد غیر ممکن ہوجائیگا۔ چنانچہ تنظیم نہ کرسے اب تک یہی بات ثابت ہوئی ہے۔

جنوبی ہند اور برہما بارشوں سے تباہ

گذشتہ ہفتہ کی آمدہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی ہند اور برہما بارشوں سے تباہ ہو رہے ہیں۔ بارش اب تک متواتر ہو رہی ہے۔ ریلوے لائن اور پکی سڑکیں اور پل صاف ہو رہے ہیں۔ فصلیں زیر آب اور دیہات بلکہ شہروں تک پانی نے بہا دیئے۔ لوگ سخت مصیبت میں ہیں۔ خدا رحم کرے

گرجا کی مرمت کے لئے ۲۰ لاکھ ڈالر

رہیمس کا قدیم اور تاریخی گرجا جو گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں جرمنی گولہ باری سے شکستہ اور خراب ہوگیا تھا اُس کی مرمت اور اُسے اصل حالت پر لانے کے لئے امریکن کروڑپتی راکفیلر نے ۲۰ لاکھ ڈالر عطا کئے ہیں۔

ترکی بک نامی ایک شخص نے حکومت انگورہ کو ایک عرضی دی ہے کہ حکومت میری امداد کرے مجھے ایک خزانہ کا نشان معلوم ہوا ہے جو ۳۰ لاکھ پونڈ کے قریب ہے۔ حکومت نے ضروری تدابیر اختیار کی ہیں۔

مسٹر ڈی ولیرا رہا ہوگئے

بدھ کی رات ڈبلن میں اعلان کیا گیا ہے کہ مسٹر ڈی ولیرا اور مسٹر آسٹن سٹیک کو رہا کردیا گیا ہے پریذیڈنٹ کاسگریو کے دستخطی حکم سے مسٹر ڈی ولیرا اور مسٹر سٹیک کی رہائی بلا کسی مظاہرہ کے عمل میں آئی۔ مزید

اہم رہائیوں کی توقع ہے اور اس ہفتہ کے ختم ہونے سے پہلے غالباً کوئی سزا یاب جیل میں نہیں رہیگا۔

لنڈن ۹ جولائی کی خبر ہے کہ دول متحدہ جرمنی سے تاوان جنگ کی وصول کی تدابیر میں کامیاب ہو تی گر رہے ہیں امریکہ کی دول یورپ سے شرکت دول متحدہ کو فیصلہ کن اختیار بنا چکی ہے جرمنوں کو اب تاوان جنگ ادا کرنے میں عذر بہانے کرنا مشکل ہوگا۔

وکٹوریا (برٹش کولمبیا) ۱۸ جولائی کی خبر ہے کہ کناڈا سے گیارہ سکھوں کا جتھ اس لئے روانہ ہوگیا ہے کہ پنجاب کی اکالی تحریک میں شامل ہوکر پنتھ کی حفاظت کرے۔

طہران ۱۹ جولائی کی خبر ہے کہ امریکن ایلچی کے قتل کئے جانے پر طہران میں مارشل لا جاری ہوگیا بہت سی گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔ امریکن گورنمنٹ نے فوری کاروائی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

لنڈن ۱۹ جولائی کی خبر ہے کہ آجکل امریکہ کے دو ہزار پانچ سو پچاس وکیل انگلش بار لا سوسائٹی کے مہمان ہیں۔ ان میں ۲۰۰۰ ہزار وکیل امریکن ہیں اور ۵۵۰ کناڈین ہیں۔ مقدمات سے فرصت ہوگی۔

ضرورت ہے

پرائمری زنانہ مدارس ضلع جالندھر کے واسطے ایک لیڈی سوپروائزر کی ضرورت ہے تنخواہ ۵۰ روپے ماہوار معہ معینہ سفر خرچ کے بحساب ۲۵ روپے ماہوار کے ملیگی۔ عرضی کے ساتھ نقول سندات جو واپس نہیں کیجائینگی اخیر ماہ جولائی ۱۹۲۴ء سے پیشتر سکریٹری صاحب ڈسٹرکٹ بورڈ جالندھر کے نام بھیجنی چاہئیں۔

(دستخط) ولیم گولکناتھ
صاحب سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ
جالندھر شہر

اُردو کتابیں

طریق الحیات۔ گناہ کی حقیقت اور اس سے رہائی کے وسائل کے متعلق مسیحی محمدی۔ ایرانی۔ ہندو اور چینی مذہبوں کا مقابلہ صفحہ ۱۹۶ - ۲ر

تسخیر پنجاب۔ انگریزوں کے پنجاب پر قابض ہونے کا بیان ناول کے پیرایہ میں صفحہ ۲۱۲ ۸ر

توبہ کر اب بھی نو کہ در توبہ باز ہے۔ بے صبری احتیاط کی ضرورت۔ بد دیانتی۔ ایمان کی اصلی صورت پنتکوست کی زندگی۔ برکت کی حد وغیرہ اس کے عنوان ہیں صفحہ ۷۳ - ۹ پائی

تواریخ المسیح حصہ دوم از پادری عماد الدین صاحب مسیح کے تولد شریف۔ ہیرودیس کی کارروائیوں۔ مسیح کی مصر سے واپسی اور ۲۸ سالہ خدمت کی کیفیت اور عہد نامہ قدیم کی پیشین خبریوں کی تکمیل۔ صفحہ ۱۴۰ - ۲ر

تذکرۃ المومنین حصہ دوم۔ سلطنت روم پر مسیحی دین کے تسلط پانے کے بعد مسیحیوں کی مذہبی اور کلیسیائی زندگی کے حالات صفحہ ۲۰۱ - ۲ر کپڑا ۴ر

طیطس مسیح کی زندگی کے حالات و تعلیمات اور اس زمانہ کی ملکی۔ تمدنی اور اخلاقی حالت کا سچا نقشہ قصہ کے طرز پر صفحہ ۲۰۹ کپڑا ۸ر ردی مشعف ۴ر کپڑا ۶ر

تحفۃ العلما۔ ترقی کی افضل غرض اور اس کے مسیحی مذہب سے پورا ہونے اور خصوصیات مسیحیت کا عالمانہ و فیلسوفانہ بیان صفحہ ۸۰ - ۱ر

تمہارا دل کیسا ہے؟ انسانی دل۔ اس کی خرابی اور اُسکے جانچنے اور اُسکی درستی کا بیان صفحہ ۱۴ - ۶ پائی

تم مسیح کو کیا سمجھتے ہو؟ اس سوال کا نہایت عمدہ جواب جو ہر مسیحی کو معلوم ہونا چاہئے صفحہ ۱۴ - ۳ پائی

فرمایش کرتے وقت نور افشاں کا حوالہ ضرور دیں

سکریٹری پنجاب رلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پُرفضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجایش ہے۔ لہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔ المشتہر:۔

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

یونگ کرسچن ہائی سکول لودیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

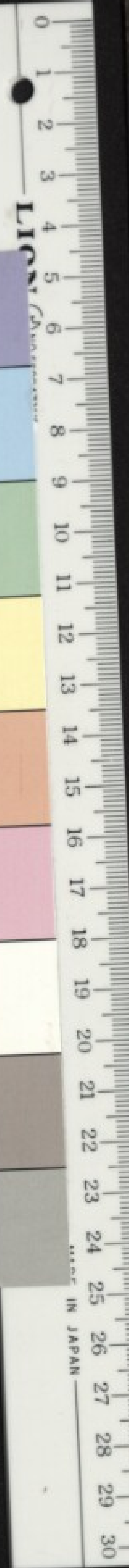
مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۲۴ء سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیرنگرانی کردی ہیں اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہوگیا ہے

شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری میں فی طالب علم پانچ روپیہ اور اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس کا ۱/۲ ہے متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جو کتنا ماعت سے الم تک گرد کو زل عہ سے صرعہ تک مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔





خدا سے روزانہ ملاپ کا طریقہ

گذشتہ اشاعت سے آگے

اول - قدرتی طور پر ہماری طبیعت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رات بھر کی تاریکی میں کس نے ہماری حفاظت کی - کیونکہ دن کو تو ایک خدائی طاقت کا منکر کہہ سکتا ہے کہ اپنی طاقتوں سے میں اپنی حفاظت آپ کرتا ہوں تو پھر ایک فرضی طاقت یعنی طاقتِ خدائی کے قائل ہونے کی کیا وجہ ہے - مگر شبِ تاریک میں جبکہ اُس کے تمام حواس عارضی معطل کے ماتحت ہوتے ہیں اور ایک عارضی فنا اس پر وارد ہوتی ہے - اس وقت اُس کی محافظ و نگران کونسی طاقت ہے - اب یہ تو صاف ظاہر ہے کہ خود اپنی طاقت اس وقت نفی کا حکم رکھتی ہے - پس جب اپنی طاقت کی نفی ثابت ہوئی تو کسی دوسری بالائی اور اعلیٰ طاقت کے نگران ہونے کا اثبات ہوگیا - کیونکہ ضدین میں سے کسی ایک ضد کی نفی دوسری ضد کے اثبات کا حکم رکھتی ہے اور جب اعلےٰ طاقت کا اثبات ہوگیا تو اُس کی اس بے بدل عطا یعنی رات بھر بلا محنت کی نگرانی کے عوض شکریہ بھی ضرور ہونا چاہئے پس یہ شکریہ بھی ایک دعا ہی ہے - اس لئے صبح کو ہمیں ضرور دعا کرنی چاہئے

دوسری بات یہ ہو کہ بوجہ رات بھر کے آرام کرنے کے گذشتہ دن کی تھکاوٹ - اعضا کی بے چینی اور کسلمندی دور ہو کر طبیعت ایک گونہ آرام سے مسرور ہوتی ہے - اور تمام حواس طبعی انسان کے اپنا اپنا کام پوری مستعدی کے ساتھ کرنے کے لئے تیار و تیار رہتے ہیں پس ایسی حالت میں دعا کا کرنا صدق دلی سے ہوگا - اور خضوع و خشوع کے ساتھ۔

تیسری بات یہ ہے کہ وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ تفکرات دنیوی سے طبیعت انسانی آزاد ہوتی ہو اور ہر صبح کا سہانا وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا انسانی خیالات میں تموج اور جذبات میں ہیجان پیدا کرتے ہیں اور خیالات کی بلند پروازی انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی ہوتی ہے - پس وہی وقت ہے جبکہ انسان اپنے کمال میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ سکتا ہے - پس اس وقت جبکہ انسان اعلےٰ درجہ کے کمال تک پہنچا ہُوا ہو اگر انسان دعا مانگے تو اُس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہونگے کہ انسان باوجود اہل کمال ہونے کے خود کو خاکسار خیال کر کے دربے نیاز پر جُھک کر دعا مانگتے ہوئے اپنی خاکساری کا عملی ثبوت دے رہا ہے اور باکمال ہونے کے باوجود پھر بھی خاکسار کہلاتا ہے اور اصلی انسانیت جسکو کہا جاتا ہے اگر ہے تو صرف یہی ہے ورنہ بس ؟

چوتھے انسان کی طبیعت میں صبح کے وقت انتشار پیدا نہیں ہوسکتا اور حقیقی دعا کہلانے کی وہی دعا مستحق ہو کہ جو بغیر انتشار طبیعت کے ظہور میں آئے

پانچویں وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ ہم اس وقت سے اپنے روزمرہ کے شغل چاہے وہ نیک ہوں یا بد شروع کرتے ہیں - پس اپنے اس دن کے اعمال کے لئے خدا سے توفیق مانگنے کے لئے کہ خدا ہم کو دن بھر کی لغزشوں سے بچائے اور راستی و ہدایت کی طرف راہنمائی کرے - یہی وقت ہوتا ہے اور اس کے بعد پھر باقی چوبیس گھنٹوں میں ہم ایسا وقت کوئی نہیں پا سکتے اس لئے صبح کا وقت نہایت اعلیٰ اور مناسب ہے

اب رہی یہ بات کہ آیا دعا با آواز بلند کی جاوے یا دل میں سو اس کے لئے اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ وہ بلند آواز جس میں ریاکاری کا شبہ پایا جاوے ہرگز ہرگز خدا تک پہنچ نہیں سکتی - بلکہ وہ دھیمی سے دھیمی آواز جو کہ صدق دلی اور خلوص نیتی کے ساتھ ہو خدا تک جلد تر پہنچتی اور قبولیت کا درجہ حاصل کرنے کی مستحق خیال کی جاتی ہے - جس طرح کہ حنا کے صرف ہونٹ ہی ہلتے تھے اور دل میں خدا سے عرض کرتی تھی - خدا نے اُس کی دعا کو جلدی سُنا اور قبول کیا دل میں دعا مانگنے سے نہ صرف انتشار ہی کم پیدا ہوتا ہے - بلکہ طبیعت میں سکون اور جذبات میں ہیجان پیدا ہو کر دعا صدق دلی سے ہوتی ہے اور دعا جتنی صدق دل سے ہوگا اتنا ہی اس کی قبولیت پر یقین بڑھتا ہے اور جتنا یقین بڑھتا جاتا ہے اُتنا ہی ذوق و شوق زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے - پس دعا ہونی چاہئے - مگر چاہئے کہ تنہائی میں ہو اور ہونٹ تک نہ بڑبڑائیں - ہاں مجمع میں بلند آواز سے دعا مانگنا بھی مستحب ہے - کیونکہ اس طرح کچھ اور بھی فوائد حاصل ہوسکتے ہیں - مثلاً دوسروں کو بھی دعا کی تحریک پیدا ہوگی - دوسرے آواز کی کثرت خدا کی قبولیت اور رحمت کی جاذب ہوتی ہے - تیسرے نیک بندوں کے ساتھ دعا مانگنے سے بُروں کی دعا بھی قبولیت کا شرف حاصل کر سکتی ہے - فقط

آپ کا خیرخواہ - جان سٹیفن کیلب گھوکھر

گورداسپور

اشاعت مذہب

گذشتہ سے پیوستہ

لیکچر اول دربیانِ دینِ حق بروز سنیچر صبح ۹ بجے

بورڈنگ کے لڑکوں اور دیگر مسیحی نوجوانوں نے پادری صاحب موصوف کے ہمرکاب ہو کر بازار سے ہوتے ہوئے اور مسیحی بھجن گاتے ہوئے احاطے میں تشریف لائے اور اُن کے داخل ہوتے ہی نعرہ تحسین بلند ہُوا اور آنجناب کرسی پر جلوہ افروز ہوئے اور حاضرین جلسہ پر ایک سکتہ کا عالم طاری ہوگیا - بعد ازاں مسٹر ایل - ایم سرکار صاحب ہیڈ ماسٹر

حس ہائی سکول نے جو اس وقت صدر انجمن بھی تھے اس خاموشی کو توڑا اور حاضرین جلسہ کو سمجھایا کہ پادری صاحب کو یہاں بلانے کی کیا غرض تھی اور آپ لوگوں کا یہاں پر تشریف لانے کا کیا مقصد ہے۔ پھر ماسٹر توفیق بشیر نے بذریعہ ستار بھجن گانا شروع کیا اور لڑکوں نے خوب ہمدردی دی اور ادھر منتظر حاضرین کے گلوں میں ماسٹر یوسف نے پھولوں کے ہار ڈالنے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد جناب پادری سی۔ ایل رچرڈ صاحب کی دعا سے لکچر شروع کیا گیا۔ واہ سبحان اللہ تقریر کیا تھی کہ فصاحت وبلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ حاضرین جلسہ کے دل مانند پھول کھلے جاتے تھے اور ایسی دھاک بٹھائی کہ فلسفیانہ اور منطقیانہ قاطع وبراہین ساطع ودلائل وبرہان سے دین باطل کی تردید اور دین حق کی صداقت ظاہر کر دکھائی۔ حتیٰ کہ مخالفین اپنے دلوں میں عرق عرق ہوئے جاتے تھے۔ مگر کیا کریں نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن ایسی خاموشی اور اطمینان قلب سے سنتے تھے کہ گویا کسی غیر فانی طاقت نے اُن کو جکڑ کر مجبور کر دیا کہ آج وہ فیصلہ کریں کہ اگر خداوند ہی خدا ہے تو اُسے مانیں اور اگر بعل خدا ہے تو اس کی پیروی کریں چونکہ خودی نے انسان کے دل میں ایسا گھر کر لیا ہے کہ وہ اس کا مغلوب ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ ہر وقت یہی الاپتا رہتا ہے کہ میری کتاب۔ میرا خدا میرا مذہب میرا گھرانا میری قوم میرا ملک ہی دوسروں سے افضل ہے۔ غرضیکہ جہاں تک میری میرا میرے لفظ جا سکتے ہیں اسی حد تک وہ لے جاتا ہے اور جہاں سے اس کے خلاف پاتا ہے تو یا تو اس کا دشمن ہو جاتا ہے یا اُسے ترک کرتا ہے۔ اسی سبب سے وہ خدا اور اس کے مذہب ومکاشفہ کو اپنی مرضی کے تابع کرنا چاہتا ہے حالانکہ خدا ہم کو اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے

پس اسی کشمکش میں پھنسکر انسان خدا کے اصلی ارادہ سے منحرف ہو جاتا ہے۔ پس یہی دین حق جیسے ہمارے خیالوں ہماری عقلوں اور ہمارے جذبات کے بالکل برعکس ہے اور اس پر عملدرآمد کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ اپنے دلی خیالوں اور ارادوں کو تنقید کرنا پڑتا ہے اور خودی کی بیخ کنی کرنی پڑتی ہے۔ اور نیز یہی دین حق ہے۔ کہ ہر امیر غریب جوان۔ بچہ۔ بڈھا۔ مسکین۔ محتاج۔ تنگحال وخوشحال کے لئے یکساں مفید ہے اور نہ صرف یہ کہ مقصد حاصل کرنے کے لئے زباندانی میں پندرہ بیس سال خرچ کریں تب جا کر کہیں دین حق کی لغت کو سمجھیں۔ بلکہ یہ کہ کم سے کم استعداد والا بھی چند دن میں خدا کے فیض سے فیضیاب ہو سکتا ہے۔ پس چونکہ خدا ازلی روح ازلی ہے اس لئے اس کا دین بھی دین ازلی ہونا چاہئے۔ کیونکہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بعل کو مسیح سے کیا نسبت اور تاریکی اور روشنی کا کیسا میل۔ بے شک جسم کی صفائی بہتر تو ہے مگر مسیح پر اثر نہیں بلکہ روح کے اثرات سے جسم مغلوب ہو سکتا ہے۔

پس ہر کوئی جو روح سے پیدا ہوا روح ہی ہے۔ اور جو جسم سے پیدا ہوا جسم ہی ہے۔ اور جسمانی آدمی روح کی باتیں کب جان سکتا ہے جبھی تو مسیح کی اُس کی تعلیم کام وکلام وموت وجی اُٹھنے کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے کہ نفسانی شریعت کے ماتحت ہیں۔ مگر خدا روح ہے اور اُس کے پرستاروں کو چاہئے کہ روح اور سچائی سے اس کی پرستش کریں ورنہ کھانا پینا یا جسمانی شریعت ہم کو خدا سے نہ ملائیگی۔ پس روحی تعلیم کا فوٹو روح ہی میں منعکس ہوتا ہے کہ ع

آئینۂ دل میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

لہٰذا خودی انسان کی جڑ کو کھوکھلا بنا کر اس کی ضمیر کو ایسا اندھا کر دیتی ہے کہ وہ بحر ظلمات میں پھنسکر دین حق کو ہاتھ سے دے بیٹھتا ہے اور اپنی عقل ونقص کا محکوم ہو جاتا ہے۔ الغرض پادری صاحب کی تقریر کو احاطۂ تحریر میں لانا تو ایک مشکل امر ہے۔ اس کا صرف توجیہی آتا تھا کہ سامعین خود ہی سنتے۔ مگر ہاں پادری صاحب نے جھوٹ وکذب کی جڑ وہ کھوکھلی کر دکھائی کہ بال کی کھال اُتار کر رکھ دی اور دلیل اور بیان سے ایسا کام لیا کہ معتقدان مذہب کو دم مارنے کی جرأت نہ رہی اگرچہ علانیہ کہا گیا کہ اگر کسی صاحب کو اس امر پر اعتراض ہو تو معترض کے لئے دوپہر کا وقت وقف کر دیا گیا ہے۔ جو چاہے قسمت آزمائی کرے۔ اللہ تیری شان۔ ذات الٰہی اور پھر دین حق کے خلاف کوئی دم مار سکے یہ کس کی جرأت۔

پس روح الٰہی اور حقیقت مسیح نے ان پر واضح کر دیا کہ اگر کوئی حق ہے تو وہ یہی دین مسیحی ہے کہ جو روح سے مس کرتا ہوا مسیح میں خدائے واحد ولایزال کے ساتھ بذریعہ محبت پیوست کرکے فنا فی اللہ کر دیتا ہے۔ آخر میں جناب پادری برکت اللہ صاحب کی دعا کے بعد نعرۂ تمجید بلند ہوا اور لڑکے اور نوجوان گانے بجاتے ہوئے پادری صاحب کے ہمرکاب ہو کر جلسہ برخاست کر گئے۔

بقلم۔ وحشی اٹار دوال

معلوم ہوا ہے کہ لاحول بشیطان اخبارات کی طرح لاہور کے گورو گھنٹال اور گلزار ہند بھی مفقود دائر ہونے والے ہیں۔ گورو گھنٹال کا ایڈیٹر تھا کہ شکل ابھی سے اخبار سے اپنی بے تعلقی ظاہر کر رہا ہے

پادری ٹی ڈبلیو جے کلارک صاحب ایم اے مینیجر نورافشاں ایلس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا۔